Open Access
Al-Marjān
Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

# The Manners Of Difference of Opinions In dedective Problems: A Comparative Study Of The Approaches And Styles Of Imam Qurtubi And Mulla Jeevan

# اجتہادی مسائل میں ادب الاختلاف: امام قرطبیؒ اور ملا جیونؒ کے مناہج واسالیب کا تقابلی جائزہ

## Authors Details

1. **Hafiz Ejaz Ahmad** (Corresponding Author)
   Ph. D Research Scholar, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.
   Email: **roomimalik219@gmail.com**
2. **Dr. Safia Bibi**
   Lecturer, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Rahim Yar Khan Campus, Pakistan.

## Citation

Ahmad, Hafiz Ejaz, and Dr. Safia Bibi." The Manners Of Difference of Opinions In dedective Problems: A Comparative Study Of The Approaches And Styles Of Imam Qurtubi And Mulla Jeevan. " *Al-Marjān Research Journal* 3,no.3, Jul-Sep (2025):287 −301.

## Submission Timeline

**Received:** May 19, 2025
**Revised:** Jul 02, 2025
**Accepted:** Jul 09, 2025
**Published Online:** Jul 22, 2025

Article QR

## Publication, Copyright & Licensing

**Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.**
**© 2023 Al-Marjān Research Center.**
This is an open access article distributed under the terms of the **Creative Commons Attribution 4.0 International License (CC BY 4.0).**

# The Manners Of Difference of Opinions In dedective Problems: A Comparative Study Of The Approaches And Styles Of Imam Qurtubi And Mulla Jeevan

# اجتہادی مسائل میں ادب الاختلاف: امام قرطبیؒ اور ملا جیونؒ کے مناہج واسالیب کا تقابلی جائزہ

☆ حافظ اعجاز احمد ☆ ڈاکٹر صفیہ بی بی

**Abstract**

In Islamic Fiqh, the freedom to have a different opinion is based on strong arguments that are backed by knowledge-based research. Difference of opinion is a natural phenomenon because Allah Almighty has bestowed man with the faculties of contemplation, research and inquisitiveness. A Scholar carefully observes his surroundings and then analyses it. Finally, he reaches to a conclusion and then forms an opinion after contemplation. This is called a point of view. There are many religious issues that have not been conclusively decided by the Quran and Sunnah. Instead, these have been left at the discretion of scholars and jurists. This means that Holy Quran and Sunnah not only give the freedom to have difference of opinion on some matters of law, but also encourages jurists to undertake such research. This has not been denied that freedom of speech naturally gives rise to difference of opinion Even the Prophet's companions held different opinions on many religious matters. This article presents a comparative analysis of the approaches and styles adopted by two prominent Islamic scholars, Imam Qurtubi and Mulla Jeewan, in addressing juristic differences within Islamic jurisprudence. While both scholars belonged to different historical and geographical contexts—Ibn Qurtubi from the Andalusian Maliki tradition and Mulla Jeewan from the Indian Hanafi context—they shared a commitment to scholarly integrity and respectful engagement with divergent legal opinions. The study explores their methodologies in interpreting legal texts, their use of sources such as the Qur'an, Hadith, and scholarly consensus, as well as their tone and rhetorical strategies in dealing with disagreement. By examining selected passages from Tafsir al-Qurtubi and Tafsirat-e. Ahmadiah, the paper highlights how each scholar exemplifies adab al-ikhtilaf (etiquette of disagreement) in Islamic legal discourse. The findings underscore the relevance of their balanced and respectful methods for contemporary Muslim scholarship and legal pluralism, offering a model for navigating differences in a constructive and principled manner.

**Keywords:** Islamic jurisprudence, Allah, Th Holy Quran ,Sunnah,IslamicFiqh,Imam Qurtubi ,Mulla Jeewan

☆ پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، شعبہ اسلامیات، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، پاکستان۔
☆ لیکچرر، شعبہ اسلامیات، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، رحیم یار خان کیمپس، پاکستان۔

## تعارف موضوع

اسلامی فقہ میں اجتہادی مسائل پر اختلاف ایک فطری اور ناگزیر امر ہے، لیکن ان اختلافات کو علمی آداب اور احترام کے دائرے میں رکھنا اہل علم کی ذمہ داری ہے۔ یہ مضمون امام قرطبیؒ کی تفسیر الجامع لأحکام القرآن اور ملاجیونؒ کی التفسیرات الاحمدیہ کی روشنی میں اجتہادی اختلافات کے آداب کا تقابلی جائزہ پیش کرتا ہے۔ دونوں مفسرین نے نہ صرف مختلف فقہی آراء کو علمی دلائل کے ساتھ بیان کیا، بلکہ مخالف رائے کا احترام کرتے ہوئے اختلاف کے اعلیٰ اخلاقی اصولوں کو بھی ملحوظ رکھا۔ امام قرطبیؒ کا انداز متوازن، تحقیق پر مبنی اور مالکی فقہ سے مربوط ہے، جبکہ ملاجیونؒ نے حنفی اصولوں کے تحت اختلافی آراء کو واضح اور مدلل انداز میں پیش کیا۔

### اجتہاد اور ادب لا اختلاف کا مفہوم:

اجتہاد "جہد" سے نکلا ہے۔ جس کے معنی کسی معاملے میں اپنی انتہائی کوشش کرنے کے پائے جاتے ہیں۔ علماء کی اصطلاح میں مجتہد کا شرعی احکام معلوم کرنے کے لئے اپنی انتہائی کوشش صرف کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔ اس کی مکمل تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ علمائے اصولین کا دلائل سے استنباط واستخراج اجتہاد کہلاتا ہے۔ بعض حضرات اس کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ احکام شرعیہ کے استنباط یا ان کے انطباق کے لئے اپنی حد تک کوشش کرنے کا نام اجتہاد ہے۔ اس تعریف کے مطابق اجتہاد دو قسم کا ہوگا۔ پہلی قسم کا تعلق احکام کے استنباط ہے، اور دوسری کا تعلق احکام کی تطبیق سے ہوگا۔ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

"إن استكمال شرائط الإجتهاد ليس من العسير في شئ بعد تدوين العلوم المختلفة، وتعدد المصنفاف فيها، وتصفية كل دخيل عليها۔ وها هم العلماء في كل عصر يجتهدون، ويرجحون بين أقوال الفقهاء السابقين، حتى انضبطت المذاهب، وحررت الأحكام"۔[1]

''اجتہاد کی شرائط کی تکمیل اب کوئی مشکل کام نہیں جب کہ مختلف علوم مدون کئے گئے ہیں اور ان میں تصنیف شدہ کتب کی بڑی تعداد سامنے آچکی ہے اور اس میں شامل اضافی مواد کی نشان دہی بھی کی ہے۔ اور دیکھئے یہی علماء تھے ہر زمانے میں جو اجتہاد کا عمل جاری رکھے ہوئے تھے اور سابقہ اقوال کے مابین ترجیح کا عمل انجام دیتے تھے اور حتی کہ مذاہب اسی طرح منضبط ہوئے اور احکام اسی طرح تحریر کئے گئے۔''

## تعین تعریفِ اجتہاد

### لغوی مفہوم:

"بَذْلُ الوُسْعِ وَالمَجهود فِی طَلَبِ الَامر"۔[2]

''کسی چیز کی تلاش میں اپنی پوری طاقت خرچ اور کوشش کرنا۔''

لفظ اجتہاد امور حسیہ اور امور عقلیہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اصولیین کے ہاں اجتہاد کی متعدد تعریفات ہیں۔ جن کا حاصل یہ ہے کہ اجتہاد احکام شریعہ کے علم کے حصول میں مقدور بھر کوشش کا نام ہے۔[3]

---

[1] Al-Zuḥaylī, Wahba ibn Muṣṭafā. Al-Fiqh al-Islāmī wa Adillatuhu. Damascus, Syria: Dār al-Fikr, n.d., 1:134.

[2] Al-Rāzī, Muḥammad ibn Abī Bakr ibn ʿAbd al-Qādir. Mukhtār al-Ṣiḥāḥ. Beirut, Lebanon: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 319 AH/1999 CE, 114.

**اصطلاحی مفہوم**

اجتہاد کے لغوی معنی تو 'انتہائی کوشش کرنے' کے ہیں جبکہ شرعی اصطلاح میں اس انتہائی کوشش کو کہتے ہیں جو کتاب و سنت کے اشارات و مضمرات سے حکم معلوم کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔ تمام تحقیق کے ذرائع استعمال ہونے چاہئیں۔ حدیث معاذ کے یہ الفاظ قابل غور ہیں کہ:

«أَجْتَہِدُ رَأْيِي وَلَا آلُو»[4]

''میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور حقیقت تک پہنچنے میں کوتاہی نہ کروں گا۔''

والیِ یمن نے اپنے اجتہاد کو رائے ہی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے لیکن یہ رائے مصادر شرعیہ پر بنی ہوتی ہے اور مجتہد دریوزہ گرِ کتاب اور غواصِ سنت ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس کا درجہ اس رائے سے بالکل مختلف ہوتا ہے جو کسی معاملہ میں ایک عام آدمی مجرد عقل و فہم کی مدد سے قائم کرتا ہے۔ ایک صاحب علم اور سلیم الفطرت انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ نئے پیش آمدہ حوادث زمانہ کے بارے میں منشاء اسلام معلوم کرنے کی کوشش کرے اور اجتہادات پر عمل پیرا ہے ان کا بھی برابر جائزہ لیتا رہے کہ کس حد تک اسلام کے اصل ماخذ قانون (کتاب و سنت) سے موافقت رکھتے ہیں۔ اس کے بغیر حیات ایمانی کے اصل سرچشموں یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمان کا تعلق نہایت کمزور ہو جاتا ہے۔[5] اجتہاد کی قدر و قیمت کا اندازہ کتاب و سنت سے دلائل استنباط سے لگایا جا سکتا ہے۔ اگر قوی ہے تو اجتہاد قوی ہے اور اگر ضعیف ہے تو اجتہاد ضعیف ہے۔ اسی وجہ سے اہل علم کے لیے کسی اجتہاد کو بلاچوں چرا ان مان لینا صحیح نہیں ہے، بلکہ ہر صاحب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ کتاب و سنت کی ایک دلیل بنائیں۔

**ادب الاختلاف:**

وہ علمی و اخلاقی رویہ جس میں مختلف آراء کا احترام، دلیل سے گفتگو، اور تعصب سے گریز شامل ہے۔

**اصطلاحی تعریف**

> خاص اصطلاح علماء میں کسی امام کے مسائل مستنبط کا حفظ و استحضار اور بلا کسی مستند دلیل کے اس سے مختلف مسائل کے باطل ٹھہرانے کو علم خلاف کہا جاتا ہے - کیونکہ اگر وہ کوئی مستند دلیل پیش کر کے اس سے استدلال کرے تو وہ اُصولی اور مجتہدانہ حیثیت کا حامل ہو جائے گا۔ خلافی شخص فقہی دلائل اور اس کے احوال کا محقق نہیں ہوا کرتا بلکہ وہ اپنے امام کی بات پر مضبوطی سے قائم رہ کر اس مسئلہ میں اجمالی طور پر اتنا ہی جانتا ہے کہ اس کے امام نے یہی رائے دی اور یہی حکم لگایا ہے۔ اس کے نزدیک اثباتِ حکم کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے اور اس کے امام کا کسی دوسرے نتیجہ تک پہنچنا بھی اس کے حکمِ مخالفت کی تردید کے لیے کافی ہے۔[6]

[3] Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid Muḥammad ibn Muḥammad. Al-Mustaṣfā min ʿIlm al-Uṣūl. Beirut, Lebanon: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1413 AH/1993 CE, 281.
[4] Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʿath. Sunan Abī Dāwūd. Beirut: Dār al-Fikr, n.d., 3:303, Ḥadīth no. 3592.
[5] Iṣlāḥī, Amīn Aḥsan. Islāmī Qānūn kī Tadwīn. Lahore: Markazī Anjuman Khudām al-Qurʾān, 1383 AH/1963 CE, 61.
[6] Al-ʿAlwānī. Islām mēn Ikhtilāf kē Uṣūl wa Ādāb, 24.

### عہدِ نبوی ﷺ میں اندازِ اختلاف

معلم الاخلاق ﷺ نے ہمیشہ اخلاق عظیمہ پر عمل کیا اور اپنے صحابہ واہل بیت کو اس پر عمل پیرا ہونے کی تعلیم دی۔ صحابہ کرام میں اختلاف کی صورتِ حال کو آپ ﷺ کو رفع فرمادیتے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ سورہ النساء کی آیت ۵۹ میں راہنمائی فرمائی۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

> "عہدی نبوی ﷺ میں لوگ فرمانے مصطفیٰ ﷺ کے منتظر رہتے۔ ان کے کان حضور ﷺ کی آواز پر لگے ہوئے تھے۔ جہاد کی مصلحتوں، صلح و جزیہ کا معاملہ، فقہی احکام، زہد کے متعلق علوم وغیرہ کے متعلق جو باتیں پیش آتی تھیں وہ آپ ﷺ سے دریافت کر لیتے تھے۔"[7]

اگر آپ ﷺ اپنی رائے سے کوئی حکم دیتے اور اس مسئلے کی بابت کوئی حکم الٰہی نازل نہ ہو چکا ہوتا یا آپ ﷺ صحابہ سے کوئی مشورہ کرتے تو بعض اوقات صحابہ کرام آپ ﷺ سے اختلافِ رائے بھی کرتے تھے اور آپ ﷺ ان کے اختلافِ رائے کو تسلیم بھی فرماتے تھے۔ جیسا کہ غزوہ بدر میں اسلامی لشکر کے پڑاؤ کے سلسلے میں حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ:

یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ اس مقام پر اللہ کے حکم سے اترے ہیں یا اس سے آگے پیچھے ہٹنے کا اختیار ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ محض جنگی حکمت عملی کے طور پر ہے، تو انھوں نے کہا کہ پھر یہ مقام مناسب نہیں ہے۔ آپ ﷺ آگے تشریف لے چلیں اور جو چشمہ قریش کے لشکر کے قریب ہے وہاں پڑاؤ ڈالیں۔ ہم بقیہ چشمے کاٹ دیں گے اور اپنے چشمے پر حوض بنا کر پانی بھر لیں گے۔ تو آپ ﷺ نے اس کے اس عمل کی توثیق فرمائی[8]

شخصی معاملے میں آپ ﷺ سے اختلافِ رائے کرتے تھے۔ حضرت بریرہؓ اور حضرت مغیثؓ دونوں میاں بیوی غلام تھے۔ جب حضرت بریرہؓ آزاد ہو گئیں تو شوہر سے علیحدگی کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت مغیثؓ چاہتے تھے کہ بریرہؓ اپنا فیصلہ بدل دیں۔ جب معاملہ آپ ﷺ کے سامنے پیش ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت بریرہؓ سے فرمایا کہ: تم اس کی طرف رجوع کرنے کی سفارش فرمائی۔ تو بریرہؓ نے کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ بریرہؓ کے اس فیصلے کے بعد آپ ﷺ نے ان کے درمیان علیحدگی فرمادی۔[9]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نہ صرف صحابہ کرام کو اختلافِ رائے کی اجازت تھی بلکہ ان کے اختلافِ رائے کو تسلیم بھی کرتے تھے۔

### عہدِ صحابہ میں اندازِ اختلاف

اسلام کی زریں روایات میں اختلاف رائے بھی ہے جو امت کے لیے رحمت کا باعث بنی۔ مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: (مفہوما) اختلاف رحمت ہے جو ہمیشہ سے اسلام میں موجود رہے ہیں۔[10] یہ بات بھی نہایت اہم ہے کہ ہر رائے کا احترام کیا جاتا تھا اور باہمی مشورے کے بعد جس رائے کو صائب سمجھا جاتا اسی کو اختیار کیا جاتا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ میں متعدد امور پر اختلاف ہوا۔ مثلاً: مفتوحہ زمینوں کی

---

[7] Dahlawī, Shāh Walī Allāh. Izālat al-Khafāʾ fī Khilāfat al-Khulafāʾ. Lahore: Suhail Academy, 1409 AH/1989 CE, 2:140.

[8] Ibn Hishām, ʿAbd al-Malik. Al-Sīra al-Nabawiyya. Lahore: Sheikh Ghulam Ali & Sons, 1386 AH/1966 CE, 1:674

[9] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ. Beirut: Dār Ṭawq al-Najāt, n.d., Ḥadīth no. 2244.

[10] Shafīʿ, Muḥammad. Waḥdat al-Umma. N.p.: n.p., n.d., 44–45.

تقسیم میں صدیق اکبر کی رائے کی بجائے فاروق اعظم کی رائے کو اپنایا گیا۔[11] بیت المال سے برابر وظیفہ لینے کی سنت صدیقی کو بدل دیا اور عہد فاروقی میں اسلام میں سبقت اور دینی خدمات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے وظائف میں کمی بیشی کر دی گئی۔[12]

ایک عورت آئی وراس نے کہا کہ میرے شوہر کی وصال کے بعد ایامِ عدت پورے ہونے سے قبل بچہ پیدا ہو گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے زیادہ مدت والی عدت پوری کرنے کا کہا۔ وہ عورت حضرت ابیؓ بن کعب کے پاس چلی گئی اور ان کو حضرت عمرؓ کا فیصلہ سنایا۔ حضرت ابی بن کعب نے کہا ان سے کہو کہ ابی بن کعب کہتے ہیں کہ تمھاری عدت پوری ہو گئی ہے۔ وہ عورت حضرت عمرؓ کے پاس دوبارہ گئی اور حضرت ابی کا فیصلہ سنایا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب کو بلایا اور ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا تھا اور یہ آیت پڑھی:

﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يضعن حَمْلَهُنَّ﴾۔[13]

"حضرت عمر فاروقؓ نے یہ سنا تو انہوں نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا"۔[14]

عہد صحابہ میں اگرچہ فکری اختلاف موجود تھا لیکن یہ اختلاف علمی و فکری آداب کا عالی نمونہ تھا۔ ان مبارک نفوس نے قرآن و سنت سے جو کچھ سمجھا اسے نہایت شائستگی کے ساتھ بیان کیا، ایک دوسرے کے احترام کو ملحوظ رکھا اور آپس میں محبت واخوت کو فروغ دیا۔ چنانچہ ان کا علمی و فکری اختلاف امت کے لیے رحمت کے دریچے کھول گیا۔

**اجتہاد میں ادبِ اختلاف کے حوالے سے ملاجیونؒ کا منہج واسلوب**

ملاجیونؒ برصغیر کے ممتاز عالمِ دین، مفسر، محدث، فقیہ اور صوفی بزرگ تھے۔ آپ کا تعلق علمی و روحانی خاندان سے تھا اور آپ نے اپنی زندگی دین کی خدمت، تدریس اور تصنیف میں بسر کی۔ آپ نے دارالعلوم فرنگی محل جیسے علمی اداروں سے وابستگی اختیار کی، اورنگزیب عالمگیر کے عہد میں آپ کو خاص علمی مقام حاصل ہوا۔ تفسیر "تفسیرات احمدیہ" دراصل اجتہادی اور فقہی انداز کی مختصر تفسیر ہے، جس میں قرآن مجید کی اُن آیات کی تشریح کی گئی ہے جو احکامِ شرعیہ سے متعلق ہیں۔ اس تفسیر کو "تفسیرات احمدیہ" اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اسے ملاجیونؒ نے شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر (نام: محی الدین محمد اور لقب: ابوالمظفر عالمگیر) کے حکم پر مرتب کیا، جن کا لقب "احمد" بھی تھا۔ اس تفسیر کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ملاجیونؒ نے فقہی اختلافات کو بیان کرتے ہوئے شدت، تعصب اور طعن و تشنیع سے اجتناب کیا اور ادبِ اختلاف کے اصولوں کو پیشِ نظر رکھا۔

**ملاجیونؒ کا منہجِ اجتہاد:**

* اصولِ فقہِ حنفی کی بنیاد پر اجتہاد
* قرآن وسنت کی روشنی میں احکام کا استخراج
* دیگر مکاتبِ فکر کا احترام
* اختلافی آراء کا مختصر، مگر مدلل ذکر

[11] Abū Yūsuf, Yaʿqūb ibn Ibrāhīm. Kitāb al-Kharāj. Beirut: Dār al-Maʿrifa, 1406 AH, 24.
[12] Abū Yūsuf. Kitāb al-Kharāj, 42.
[13] Al-Ṭalāq, 65:4.
[14] Ibn Humām, Kamāl al-Dīn. Al-Muṣannaf. N.p.: n.p., n.d., 6:472

* شدت سے مکمل اجتناب

**اختلاف کو علمی تنوع سمجھنا**

ملاجیونؒ کے نزدیک فقہی اختلاف کوئی نزاع نہیں بلکہ علمی وسعت ہے۔ وہ ایک موقف کو ترجیح دیتے ہیں مگر مخالف رائے کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ آیت:

﴿وَٱلۡمُطَلَّقَٰتُ يَتَرَبَّصۡنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَٰثَةَ قُرُوٓءٖ﴾[15]

کی تفسیر میں ملاجیون "قرء" کے معنی میں اختلاف" پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> لفظ قروء اگرچہ طہر و حیض دونوں کے لیے مشترک ہے لیکن دونوں میں سے کسی ایک کے لیے موول ہے۔ ہمارے نزدیک اس سے مراد حیض ہے کیونکہ نبی (علیہ السلام) نے فرمایا ہے لونڈی کی طلاق دو طلاقیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں کیونکہ لونڈی کا حق ہر معاملہ میں آزاد عورت کے حق کا نصف ہے۔ یہاں چونکہ تجزی ناممکن تھی تو دو طلاقوں اور دو حیض کو معتبر سمجھا گیا لہٰذا معلوم ہوا کہ آزاد عورت کی عدت تین حیض ہیں نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واللائی یئسن من المحیض۔۔۔۔ اور طلاق طہر میں مشروع ہے حیض میں نہیں۔ لہٰذا اگر اس نے طہر میں طلاق دی اور اس طہر کو عدت شمار کیا جائے جیسا کہ امام شافعی کا مسلک ہے تو اس کی عدت دو قروء اور تیسرے قروء کا کچھ حصہ بنے گی تین قروء پورے نہ ہوں گے اور اگر اس طہر کو عدت میں شمار نہ کریں تو عدت تین قروء اور چوتھے کا کچھ حصہ ہوگی۔ دونوں صورتوں میں خاص پر ترک عمل لازم آئے گا اس کے برعکس اگر قروء سے مراد حیض اور طلاق طہر میں ہو تو عدت پورے تین حیض بنے گی اکثر نے پہلی ہی شق پر اکتفاء کیا ہے اور دوسری شق کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ صرف احتمال ہے کسی کا مسلک نہیں۔[16]

ملاجیونؒ حنفی موقف کو راجح قرار دیتے ہیں، مگر شافعی موقف کو علمی دلائل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، بغیر تنقید یا طعن کے۔ آپ لکھتے ہیں:

> امام شافعی نے قروء سے اطہار مراد لیے ہیں اور ان کا اس سلسلہ میں سب سے قوی اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مدت عورتوں کے لیے کراہاً انتظار قرار دی ہے جیسا کہ یتربصن سے عیاں ہے اور یہ اکراہ اطہار ہی میں پایا جا سکتا ہے۔ حیض میں نہیں کیونکہ حالت حیض میں عورتوں کو مجامعت کی رغبت نہیں ہوتی اور وہ خود ہی اس سے رکی رہتی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ انتظار نکاح کے لیے ہے مجامعت کے لیے نہیں اور عورتیں حالت حیض میں نکاح کی خواہش مند ہوتی ہے تاکہ اول طہر میں جماع ہو سکے۔

[15] Al-Baqara, 2:228.

[16] Mullā Jīwan, Aḥmad ibn Abū Saʿīd ibn ʿAbd Allāh. Tafsīrāt Aḥmadiyya. Translated by Muftī Muḥammad Sharaf al-Dīn. Lahore: Ḍiyāʾ al-Qurʾān Publications, 1427 AH/2006 CE, 195–196

امام شافعی کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ثلثہ میں تاء کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ قروء سے مراد اطہار ہیں کیونکہ طہر مذکر ہے اور اس کے لیے ثلثۃ تاء کے ساتھ آتا ہے اور حیض مونث ہے اس کے لیے ثلث بغیر تاء کے آنا چاہیے تھا کیونکہ اعداد کی تذکیر و تانیث معدود کے برعکس ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دخول تاء کی وجہ لفظ قرء کا مذکر ہونا ہے خواہ اس سے مراد حیض ہی کیوں نہ ہو نیز اس میں دونوں وجہیں جائز ہیں۔

امام شافعی کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سورۃ طلاق میں فرماتے ہیں فطلقوھن لعدتھن۔ لام وقت کے معنی میں ہے یعنی انھیں ان کی عدت کے وقت میں طلاق دو اور وقت عدت طہر ہے۔ لہٰذا قروء سے مراد طہر ہے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ لعدتھن کا معنی لاجل احصاء عدتھن انھیں اس طرح طلاق دو کہ عدت کا شمار ان کے لیے ممکن ہو۔ یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ طلاق طہر میں ہو اور عدت حیض سے گزارے تو تین پورے حیض شمار کر سکے گی جو اس کی عدت ہے اگر طلاق حیض میں ہو تو اس کے لیے تین حیض پورے کرنا ناممکن ہے بلکہ یا تو تین سے کم ہوں گے یا تین سے زائد تو معلوم ہوا کہ عدت حیض سے ہے طہر سے نہیں۔ [17]

## راجح قول کو بغیر تعصب بیان کرنا

ملاجیونؒ حنفی فقہ سے وابستگی رکھتے ہیں، مگر جب دوسرے ائمہ کی رائے ہوتی ہے تو اسے "قال بعض العلماء" یا "وقال الشافعی" جیسے باادب اسلوب میں ذکر کرتے ہیں۔ آیت:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ [18]

کی تفسیر میں ملاجیون لکھتے ہیں:

پھر فقہاء کا آپس میں اس امر میں اختلاف ہے کہ وجوب صوم کا سبب مطلق شہود شہر ہے یعنی دن رات دونوں یا صرف دن پھر یہ کہ پورا رمضان سبب ہے یا بعض ہی کافی ہے۔ شمس الائمہ کا مذہب یہ ہے کہ وجوب صوم کا سبب مطلقاً شہود رمضان یعنی دن اور رات دونوں ہیں کیونکہ شہر دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ لہٰذا جو شخص رمضان کی پہلی رات روزے کا اہل تھا پھر مجنون ہو گیا اور مہینہ گزرنے کے بعد اسے افاقہ ہوا تو اس پر قضا لازم ہے اور رات کسی جزء کے وقوع کے بعد نیت ادا درست ہو گی اور اس سے پہلے درست نہ ہو گی اور اکثر فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ ہر دن اپنے روزے کا سبب ہے یعنی ہر دن کا پہلا جزء اس دن کے روزے کا سبب ہے کیونکہ ہر روزہ علیحدہ عبادت ہے اور علیحدہ سبب سے متعلق ہے۔ بعض کے نزدیک روزے کا سبب رات کا آخری جزء ہے۔ کیونکہ یہ امر قطعی ہے کہ دن کے اول جزء میں وہ روزہ رکھنے کے حکم کا مخاطب ہے۔ اگر سبب جزء اول ہو تو وجوب اس کے یا اس کے مقارن ہو گا تو پھر خطاب درست نہ ہو گا

[17] Mullā Jīwan. Tafsīrāt Aḥmadiyya, 197.
[18] Al-Baqara, 2:185.

مذہب مختار یہ ہے کہ روزے کا سبب بعض شہر کا شہود ہے کیونکہ جو شخص رمضان کی پہلی رات تندرست ہو اور پھر پورا مہینہ مجنون رہے اور شوال میں اسے افاقہ ہو تو رمضان کی قضا اس پر واجب ہے ان تمام اقوال میں ہر ایک میں اشکالات ہیں اور ان کے جوابات بھی ہیں جو شخص دیکھنا چاہے اصول کی مبسوط کتابوں میں دیکھ سکتا ہے۔[19]

آپ وجوب صوم کے سبب پر بات کرتے ہوئے اختلافی آراء کا ذکر کرتے ہیں، لیکن بغیر تنقیدی زبان کے، اور شافعیہ یا دیگر فقہاء کا ادب ملحوظ رکھتے ہیں۔

**مناظرانہ انداز سے گریز**

ملاجیونؒ کی تفسیر میں مخالف اقوال کی رد و تنقید کے بجائے تحقیق اور دلیل سے اپنی بات کو مدلل انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

ان کی زبان میں مغالطہ، طعن، یا سخت الفاظ نہیں ملتے۔ آیت:

﴿وَٱلسَّارِقُ وَٱلسَّارِقَةُ فَٱقۡطَعُوٓاْ أَيۡدِيَهُمَا﴾[20]

کی تفسیر میں ملاجیون "حدِ سرقہ کے متعلق فقہی اقوال" پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام شافعی اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ فاقطعوا صرف قطع پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ خاص ہے اور خاص معنی کے لیے موضوع ہے۔ اور یہ عصمت اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہونے پر قطعاً دلالت نہیں کرتا۔ تمہارا ایسا کرنا خاص کو باطل کرنا ہے۔ نیز تم حدیث لا غرم علی السارق بعد ما قطعت یمینہ (کہ دایاں ہاتھ کٹنے کے بعد چور پر کوئی تاوان نہیں) کتاب اللہ پر اضافہ کر رہے ہو۔

حنفیہ کی کتب اصول میں اس کا یہ جواب ہے کہ مسروق کا بطلان عصمت اور اس کی عصمت کا اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل کرنا فاقطعوا سے ثابت نہیں بلکہ جزاء بما کسبا سے ثابت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کاٹنے کی علت جزاء بتلائی ہے کہ جزا ہاتھ کاٹنے کی علت ہے اور اطلاقات شرعیہ میں جب جزا کا استعمال سزاؤں میں ہوتا ہے تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ حق ہے جو بندے کے فعل کے مقابل میں ہوتا ہے۔[21]

چوری کے نصاب کی مقدار کے متعلق لکھتے ہیں:

1۔ امام شافعی کے نزدیک کم از کم ایک چوتھائی دینار یا اتنی قیمت کا مال

2۔ امام مالک کے نزدیک تین درہم یا اتنی قیمت کا مال

3۔ ہمارے نزدیک دس درہم یا اتنی قیمت کا مال۔[22]

---

[19] Mullā Jīwan. Tafsīrāt Aḥmadiyya, 122
[20] Ṣād, 38:5.
[21] Mullā Jīwan. Tafsīrāt Aḥmadiyya, 501
[22] Mullā Jīwan. Tafsīrāt Aḥmadiyya, 502.

شبہاتِ سرقہ کے متعلق لکھتے ہیں:

> پس اگر کوئی ایسی چیز لی۔ لیکن پوشیدہ طور پر نہیں لی یا جو کچھ لیا وہ مال ہی نہیں مثلا پانی جو پینے کے لیے ہے یا وہ چیز مال ہے لیکن جہاں سے لیا ہے وہاں اس کا جانا منع نہیں مثلاً اپنے محرم رشتہ دار کے گھر سے یا اپنے خاوند کے گھر سے یا اپنی بیوی کے گھر سے یا میزبان کے گھر سے یا باہر سے جیب کاٹ کر مال لے لیا ہے۔ یا وہ چیز مال بھی ہے اور زیر حفاظت بھی ہے لیکن کسی کی ملک میں نہیں مثلاً مال وقت ہے یا دس درہم سے کم چوری ہے ان تمام صورتوں میں اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ لیکن جو کچھ لیا ہے اگر وہ بعینہ موجود ہے تو اسے واپس کرنا ہوگا اور اگر ضائع ہوگیا ہے تو اس کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔[23]

ملاجیون اس آیت میں چوری کی حد، شرائط اور حدود وقیود پر تمام مکاتب کی آراء بیان کرتے ہیں، اور حنفی موقف کی ترجیح دیتے ہیں بغیر کسی شدت یا الزام کے۔

**علمائے سلف کا ادب**

ملاجیونؒ سلف صالحین کے اقوال ذکر کرتے وقت الفاظِ احترام اختیار کرتے ہیں، جیسے:

* "وقال الإمام الأعظم"
* "وقال بعض أهل العلم"
* "وفي قولٍ آخر"۔[24]

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اختلاف کو مسابقت برائے حق سمجھتے ہیں، نہ کہ برتری یا تضحیک کا ذریعہ۔

ملاجیون کی فقہی وابستگی حنفیفقہ سے ہے اور اختلاف کا انداز باادب، علمی، غیر مناظرانہ ہے اور راجح قول کا انداز دلائل کی روشنی میں، تعصب کے بغیر ہوتا ہے، اور دوسرے مکاتب کا ذکر احترام کے ساتھ، بلا تنقید کرتے ہیں اور زبان وبیان انتہائی شائستہ، علمی، غیر جذباتی ہوتا ہے۔ ملاجیونؒ نے "التفسیرات الاحمدیہ" میں فقہی اختلافات کو اختلافِ امت میں رحمت کے طور پر پیش کیا اور اجتہادی رائے کو دلیل کے ساتھ مگر شائستگی سے پیش کیا، علمی اختلاف کو کبھی ذاتی عناد یا تعصب نہیں بنایا اور اجتہاد میں ادب، تواضع، اور احترامِ علم واہل علم کا اعلیٰ نمونہ قائم کیا۔

**اجتہاد میں ادبِ اختلاف کے حوالے سے امام قرطبیؒ کا منہج واسلوب**

امام قرطبیؒ اسلامی تاریخ کے جلیل القدر مفسر، فقیہ، محدث اور زاہد علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا تعلق اندلس (موجودہ اسپین) کے شہر قرطبہ سے تھا، جو اُس دور میں علم وتہذیب کا گہوارا تھا۔ آپ نے دنیوی زہد، تقویٰ، اور علمی وقار کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ بعد ازاں مصر میں آکر مستقل سکونت اختیار کی اور وہیں وفات پائی۔ تفسیر "الجامع لأحکام القرآن" امام قرطبیؒ کی علمی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے، جو کہ قرآن مجید کی فقہی تفسیر کے طور پر جانی جاتی ہے۔ اس کا بنیادی مقصد قرآن مجید کی آیات سے احکامِ شرعیہ کا استخراج کرنا ہے۔ اس تفسیر میں امام قرطبیؒ نے جہاں فقہی اختلافات پر بحث کی ہے، وہیں ادبِ اختلاف کا اعلیٰ ترین اسلوب بھی اختیار کیا ہے۔

[23] Mullā Jīwan. Tafsīrāt Aḥmadiyya, 502.
[24] Nāṣir Aḥmad and Muḥammad Waḥīd al-Zamān. Tafsīrāt Aḥmadiyya kā Minhaj wa Uslūb. Majalla al-ʿIrfān, 1445 AH/2024 CE, 114

### اختلافات کو مفصل اور مدلل انداز میں بیان کرنا

امام قرطبیؒ اختلافی فقہی اقوال کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں اور ہر قول کے دلائل، مصادر، اور ائمہ کا ذکر کرتے ہیں۔ آیت:

﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ﴾[25]

کی تفسیر میں امام قرطبی "قروء" کے معنی پر اختلاف (طُہر یا حیض؟)" پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قروء کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے: اہل کوفہ نے کہا ہے: قروء سے مراد حیض ہیں، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابو موسیٰ، حضرت مجاہد، حضرت قتادہ، حضرت ضحاک، اور حضرت سدی رضی اللہ عنہم نے یہی کہا ہے۔ اور اہل حجاز نے کہا ہے: اس سے مراد طہر ہیں، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ حضرت ابن عمر، حضرت زید بن ثابت، حضرت زہری، حضرت ابان بن عثمان، اور حضرت امام شافعی (رحمہ اللہ تعالی علیہم) کا یہی قول ہے۔[26]

پھر امام شافعی، امام ابو حنیفہ، امام مالک و دیگر کے دلائل کا مفصل ذکر لغت، سنت، اور فقہی اصول سے استدلال کرتے ہوئے آخر میں اپنے مالکی موقف کی ترجیح دلائل کے ساتھ بیان کی، بغیر کسی طعن و سختی کے لکھتے ہیں:

میں (مفسر) کہتا ہوں: اسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد درد کرتا ہے:

﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا﴾[27]

(اللہ نے مسلط کر دیا اسے ان پر (مسلسل) سات رات اور آٹھ دن تک۔

اور ثمانیۃ ایام میں ہاء کو ثابت رکھا ہے، کیونکہ الیوم مذکر ہے اور اسی طرح القرء ہے اور یہ اس پر دلیل ہے کہ یہی مراد ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) نے ہمارے ساتھ اس میں موافقت کی ہے کہ عورت کو جب حالت حیض میں طلاق کی صورت میں اس مدتِ حیض عدت میں شمار نہ کرے گی جس میں اسے طلاق دی گئی اور نہ ہی اس طہر کو جو اس حیض کے بعد ہو گا، بلکہ وہ عدت کا آغاز اس حیض سے کرے گی جو طہر کے بعد ہو گا اور ہمارے نزدیک وہ طہر سے عدت شروع کرے گی، جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اور اہل لغت نے جائز قرار دیا ہے کہ وہ بعض کو کل کے نام سے تعبیر کریں، جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (آیت) ﴿الحج اشهر معلومت﴾ اور اس سے مراد شہران (دو مہینے) اور تیسرے کے بعض ایام ہیں۔[28]

---

25 Al-Baqara, 2:282.

26 Al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad ibn Abī Bakr. Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān. Cairo: Dār al-Kutub al-Miṣriyya, 1384 AH, 3:113.

27 Al-Ḥāqqa, 69:7.

28 Al-Qurṭubī. Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, 3:123.

**مخالف اقوال کا احترام**

وہ اختلافی آراء کو تحقیر یا تضحیک کے بجائے "وقال بعض العلماء"، "وفي قول آخر"، "وذهب الشافعي إلى..." جیسے مہذب اسلوب میں ذکر کرتے ہیں۔ آیت:

﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ﴾[29]

کی تفسیر میں امام قرطبی "کفارے میں روزوں کی تتابع (تسلسل) پر مذاہب کا اختلاف" پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ابن وہب اور مطرف کی امام مالک سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مد کے حساب سے دو مد دے، یہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔ امام شافعی وغیرہ علماء کا مذہب یہ ہے کہ ہر مسکین کو ایک مد دے اس پر اس سے زائد لازم نہیں ہو گا کیونکہ وہ کھانا کھلانے کی صورت میں کفارہ ادا کر رہا ہے اس پر ایک مد سے زیادہ دینا لازم نہیں ہو گا۔ اس کی بنیاد روزہ توڑنے اور قسم کا کفارہ ہے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فاطمام ستین مکسی نا اور اطعام جب مطلق ذکر کیا جائے تو اس سے مراد سیر ہونا ہے۔ یہ عادت کے مطابق ایک مد سے نہیں ہوتا بلکہ زیادہ سے ہوتا ہے۔[30]

امام قرطبیؒ نے تمام اقوال ذکر کیے اور دلیل کے ساتھ بغیر شدت یا ردو حمل کے راجح کو ترجیح دی۔

**نقد برائے اصلاح، نہ کہ برائے تعصب**

تنقید علوم اسلامیہ میں جزبہ اصلاح کیلئے ہونی چاہیے اسی وجہ سے امام قرطبی اگر کسی قول کو کمزور سمجھتے ہیں تو اس پر علمی انداز میں تنقید کرتے ہیں، بغیر ذاتی حملے یا جذباتی زبان کے۔ آیت:

﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾[31]

کی تفسیر میں امام قرطبی "آیت کے ظاہر سے حکم قطع ثابت کرنے" پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> (آیت) "وحرم الربوا"۔ یہاں الف لام عہدی ہے اور اس سے مراد وہی ربا ہے جس کا کاروبار عرب کرتے تھے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے، پھر یہ شامل ہو گا اسے جسے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حرام کیا ہے اور آپ ﷺ کی جانب سے ایسی بیع سے منع کیا گیا ہے جس میں ربا داخل ہو سکتا ہے اور جو بھی اس کے معنی میں بیوع ہیں ان سے منع کر دیا گیا ہے۔

پھر آگے مزید فرماتے ہیں:

> ہمارے علماء نے کہا ہے: آپ ﷺ کا یہ ارشاد: وہ عین الربا سے مراد وہ ربا ہے جو فی نفسہ حرام ہے نہ کہ وہ جو اس سے مشابہت رکھتا ہے اور آپ کے قول: فردوہ عقد ربا کو فسخ کرنے کے واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے اور یہ بیع کسی اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہو سکتی اور یہی جمہور کا قول ہے، بخلاف امام اعظم ابو حنیفہ

29 Al-Mujādala, 58:4.
30 Al-Qurṭubī. Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, 17:280.
31 Al-Baqara, 2:275.

(رحمہ اللہ) کے کہ وہ فرماتے ہیں: بلاشبہ ربا کی بیع اپنے اصل کے اعتبار سے جائز ہے اس حیثیت سے کہ وہ بیع ہے اور اپنے وصف کے اعتبار سے ممنوع ہے اس اعتبار سے کہ وہ ربا ہے، پس ربا ساقط ہو جائے گا اور بیع صحیح ہو جائے گی اور اگر اس طرح ہو تا جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے تو حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس عقد کو فسخ نہ کرتے اور آپ ایک صاع پر جو زیادتی تھی اسے واپس لوٹانے کا حکم ارشاد فرماتے، اور یقینا ایک صاع کے مقابلہ میں صفقہ کو صحیح قرار دیتے۔[32]

ربا کی تعریف پر اختلاف میں کچھ اہلِ ظاہری نے "ربا الفضل" کو جائز کہا قرطبیؒ نے اس رائے پر علمی تنقید کی لیکن مخالفین کو فاسق یا گمراہ نہیں کہا بلکہ دلائل سے غلطی واضح کی۔

### اختلاف کو رحمت اور وسعت کا ذریعہ سمجھنا

امام قرطبیؒ کے ہاں اختلاف کو فتنہ نہیں بلکہ اجتہاد کی علامت اور رحمتِ امت سمجھا گیا ہے۔ وہ اکثر اقوال کا تقابل کر کے قولِ راجح پیش کرتے ہیں، مگر کبھی دوسرے اقوال کو باطل یا مردود نہیں کہتے۔[33]

### علمائے سلف کا ادب

امام عطیہ نے فرمایا ہے کہ امام قرطبیؒ ائمہ مجتہدین جیسے: امام مالک، امام شافعی، امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل کے اقوال نہایت ادب و وقار سے ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً:

* "رحمه الله"
* "غفر الله له"
* "وهو قول قوي"۔

یہ ان کے ادبِ علمی کا عکاس ہے۔[34]

امام قرطبیؒ نے اجتہاد کے دوران علمی اختلافات کو وسعتِ فہم کا ذریعہ بنایا، ہر فقہی رائے کا احترام کیا، راجح اقوال کو دلائل کی بنیاد پر ترجیح دی اور ہمیشہ ادب، تحقیق، اور علمی انصاف کا اعلیٰ نمونہ قائم کیا۔

### خلاصہ تحقیق:

یہ تحقیق اسلامی علمی روایت میں اجتہادی اختلاف کے آداب کو دو جلیل القدر مفسرین، امام قرطبیؒ (مالکی) اور ملاجیونؒ (حنفی)، کی تفاسیر کی روشنی میں تقابلی انداز میں پیش کرتی ہے۔ امام قرطبیؒ کی الجامع لأحکام القرآن اور ملاجیونؒ کی تفسیرات احمدیہ میں اجتہادی مسائل پر متعدد فقہی آراء کو جس حکمت، اعتدال، اور علمی دیانت داری سے بیان کیا گیا ہے، وہ امت مسلمہ کے لیے اختلاف میں ادب و اخلاق کا عملی نمونہ ہیں۔ اس تحقیق کا مقصد یہ ہے کہ فقہی اختلاف کو انتشار کا سبب بننے کے بجائے ایک مثبت علمی سرگرمی اور فکری وسعت کا ذریعہ بنایا جائے۔ امام قرطبیؒ اور ملاجیونؒ دونوں نے اپنی تفاسیر میں اختلافی فقہی آراء کو پیش کیا، مگر ان کے انداز، دائرہ، اور اظہار کے اسالیب میں اہم فرق پایا جاتا ہے۔ امام قرطبیؒ اختلافی

---

[32] Al-Qurṭubī. Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, 3:348.
[33] ʿAṭiyya, Aḥmad Muḥammad. Al-Minhaj al-Fiqhī fī Tafsīr al-Imām al-Qurṭubī. Jeddah: Dār Ibn al-Jawzī, 1437 AH/2016 CE, 47.
[34] ʿAṭiyya. Al-Minhaj al-Fiqhī fī Tafsīr al-Imām al-Qurṭubī, 55.

اقوال تفصیل سے پیش کرتے ہیں، ہر قول کے دلائل، نقول اور مآخذ بیان کرتے ہیں، بعض اقوال پر نقد بھی کرتے ہیں، مگر احترام کے ساتھ۔ ملا جیونؒ مختلف آراء کا مختصر ذکر کرتے ہیں، راجح قول کی وضاحت کرتے ہیں، اختلاف پر شدت نہیں برتتے، بلکہ آراء کا احترام کرتے ہیں۔ امام قرطبیؒ کے اختلاف کا دائرہ وسیع، موازناتی، جبکہ ملا جیونؒ کا منہج محدود، اصولی ہوتا ہے، امام قرطبیؒ کا اسلوب تحقیقی، نقادانہ مگر مہذبانہ ہے جبکہ ملا جیونؒ کا منہج مختصر، باوقار، غیر مناظرانہ ہے، امام قرطبیؒ کا ادبِ اختلاف مضبوط، دلائل کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ ملا جیونؒ کا منہج اعتدال پسند، حلیم و نرم ہوتا ہے، امام قرطبیؒ کا اسلوب فقہی ترجیح مالکی، مگر تمام اقوال پر بحث کرتے ہیں، جبکہ ملا جیونؒ کا منہج حنفی، مگر بغیر طعن و جرح کے ہوتا ہے۔ دونوں مفسرین نے فقہی اختلاف کو علمی تنوع سمجھا اور ادبِ اختلاف کا عمدہ نمونہ پیش کیا۔ قرطبیؒ کا انداز تفصیلی و تحلیلی ہے جبکہ ملا جیونؒ کا انداز اختصاری، محتاط اور غیر مناظرانہ ہے۔ دونوں نے مخالفین کے خلاف سخت زبان استعمال نہیں کی، بلکہ فقہی فضا میں برداشت، احترام، اور اصولی اختلاف کو جگہ دی۔

## نتائج تحقیق:

1۔ اختلاف کا دائرہ محدود اور اصولی تھا: امام قرطبیؒ اور ملا جیونؒ نے اختلاف کو شخصی عناد یا تعصب کی بجائے علمی بنیادوں پر رکھا، جس میں دلیل، ادب، اور تحقیق کو ترجیح حاصل رہی۔

2۔ آرا کا احترام اور وضاحت: دونوں مفسرین نے مخالف آراء کو رد کرتے ہوئے محض تنقید پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے پس منظر، دلائل، اور سیاق کو واضح کیا۔

3۔ آدابِ اختلاف کی پاسداری: ان دونوں علماء نے اختلاف رائے کے دوران زبان، اندازِ بیان، اور استدلال میں شائستگی اور تہذیب کو مقدم رکھا، جو آج کے علمی مکالمے میں ناپید ہوتا جارہا ہے۔

4۔ فقہی تنوع کی قبولیت: دونوں تفاسیر میں فقہی تنوع کو ایک مثبت رجحان کے طور پر پیش کیا گیا، نہ کہ تفریق یا بدعت کے طور پر۔

## سفارشات و تجاویز:

1۔ دینی مدارس اور جامعات کے نصاب میں آدابِ اختلاف شامل کیے جائیں، تاکہ طلبہ صرف علمی مواد ہی نہ سیکھیں بلکہ اس کے پیش کرنے کا مہذب طریقہ بھی اپنائیں۔

2۔ علمی مکالمے میں تنقید برائے اصلاح کو فروغ دیا جائے اور تنقید برائے تحقیر سے اجتناب کیا جائے۔

3۔ کلاسیکی تفاسیر سے استفادہ کے رجحان کو فروغ دیا جائے، تاکہ معاصر اہل علم ماضی کی علمی وسعت اور رواداری سے سبق حاصل کر سکیں۔

4۔ مختلف فقہی مکاتب فکر کے مابین علمی و فکری تبادلہ خیال کے مواقع فراہم کیے جائیں، تاکہ باہمی احترام اور ہم آہنگی پیدا ہو۔

5۔ علماء و خطباء کو چاہیے کہ اختلافی مسائل کو عوامی سطح پر پیش کرتے وقت آداب کا خاص خیال رکھیں، تاکہ عوام میں انتشار کی بجائے فہم اور وسعت پیدا ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

## Bibliography/کتابیات


- Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʿath. *Sunan Abī Dāwūd*. Beirut: Dār al-Fikr, n.d.
- Abū Yūsuf, Yaʿqūb ibn Ibrāhīm. *Kitāb al-Kharāj*. Beirut: Dār al-Maʿrifa, 1406 AH.
- Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid Muḥammad ibn Muḥammad. *Al-Mustaṣfā min ʿIlm al-Uṣūl*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1413 AH/1993 CE.
- Al-Rāzī, Muḥammad ibn Abī Bakr ibn ʿAbd al-Qādir. *Mukhtār al-Ṣiḥāḥ*. Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1419 AH/1999 CE.
- Al-Zuḥaylī, Wahba ibn Muṣṭafā. *Al-Fiqh al-Islāmī wa Adillatuhu*. Damascus: Dār al-Fikr, n.d.
- Dahlawī, Shāh Walī Allāh. *Izālat al-Khafāʾ fī Khilāfat al-Khulafāʾ*. Lahore: Suhail Academy, 1409 AH/1989 CE.
- Ibn Hishām, ʿAbd al-Malik. *Al-Sīra al-Nabawiyya*. Lahore: Sheikh Ghulam Ali & Sons, 1386 AH/1966 CE.
- Iṣlāḥī, Amīn Aḥsan. *Islāmī Qānūn kī Tadwīn*. Lahore: Markazī Anjuman Khudām al-Qurʾān, 1383 AH/1963 CE.
- Mullā Jīwan, Aḥmad ibn Abū Saʿīd ibn ʿAbd Allāh. *Tafsīrāt Aḥmadiyya*. Translated by Muftī Muḥammad Sharaf al-Dīn. Lahore: Ḍiyāʾ al-Qurʾān Publications, 1427 AH/2006 CE.
- ʿAṭiyya, Aḥmad Muḥammad. *Al-Minhaj al-Fiqhī fī Tafsīr al-Imām al-Qurṭubī*. Jeddah: Dār Ibn al-Jawzī, 1437 AH/2016 CE.